حرف آغاز

قرآن کی صداقت کے دلائل

سید جلال الدین عمری

قرآن مجید نے اپنی حقانیت اور صداقت کے جو دلائل پیش کیے ہیں انھیں تین عنوانوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: ۱۔ آفاقی دلائل۔ ۲۔ نفسیاتی دلائل اور ۳۔ تاریخی دلائل۔ [۱] پہلے دو طرح کے دلائل کا حوالہ ایک جگہ اس طرح دیا گیا ہے:

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ۔ (فصلت: ۵۳)

ہم جلد ہی ان کو اپنی نشانیاں دکھادیں گے، آفاق (عالم) میں اور خود ان کے نفوس میں، یہاں تک کہ ان پر کھل جائے گا کہ یہ قرآن برحق ہے۔

دلائل آفاق

دلائل آفاق کو عقلی دلائل بھی کہا جاسکتا ہے۔ انسان اپنی عقل سے کام لے تو قرآن کی صداقت اس پر بے نقاب ہوسکتی ہے۔ قرآن بار بار توجہ دلاتا ہے کہ یہ فضائے بسیط، جس کا تم آسانی سے تصور بھی نہیں کرسکتے، یہ آسمان، زمین، ستارے، سیارے اور بحر و بر، خدا کی قدرتِ بے پایاں کی گواہی دے رہے ہیں اور اس بات کی دعوت دے رہے ہیں کہ انسان کو صرف اللہ واحد کا بندہ ہونا چاہیے۔ کسی دوسرے کی عبادت واطاعت کا اس کے لیے کوئی جواز نہیں ہے۔ اللہ کے پیغمبر اسی حقیقت سے آگاہ کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ خدا کا انکار یا اس کی نافرمانی سخت تباہ کن ہے۔ ان دلائل کی طرف

۱۔ ملاحظہ ہو: راقم کی کتاب 'تجلیات قرآن'، مضمون 'قرآن مجید کا تعارف'، ص ۹۴ ۔ ۱۰۳۔ یہاں موضوع کے بعض نئے پہلو زیر بحث آئے ہیں۔

قرآن نے جگہ جگہ توجہ دلائی ہے۔ ارشاد ہے:

إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضِ وَاخْتِلاَفِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لآيٰتٍ لِّأُولِي الأَلْبَابِ (آل عمران:۱۹۰)

بے شک آسمانوں اورزمین کی تخلیق میں اور شب وروز کی آمد ورفت میں عقل مندوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔

ایک اورجگہ ارشاد ہے:

قُلِ انظُرُواْ مَاذَا فِيْ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضِ وَمَا تُغْنِيْ الآيٰتُ وَالنُّذُرُ عَن قَوْمٍ لاَّيُؤْمِنُوْن (یونس:۱۰۱)

ان سے کہو کہ دیکھو جو کچھ ہے آسمانوں اورزمین میں۔ لیکن بے سود ہیں آیات (نشانیاں) اور ڈرانے والے ان لوگوں کے لیے جو ایمان نہیں رکھتے۔

ایک اورآیت میں غور وفکر کی دعوت ان الفاظ میں دی گئی ہے:

أَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهُ إِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ قُلْ سِيْرُوا فِيْ الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ إِنَّ اللّٰهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (العنکبوت:۱۹،۲۰)

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ کس طرح تخلیق کی ابتدا کرتا ہے۔ پھر (روز قیامت) اسی کا اعادہ کرے گا۔ یہ اللہ کے لیے آسان ہے۔ کہو: زمین میں چلو پھرواور دیکھو، اللہ نے کیسے تخلیق کا آغاز کیا۔ پھر وہی اللہ دوبارہ زندگی دے کراٹھائے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

حیرت ہے انسان کی غفلت پر کہ وہ کائنات میں موجود ان دلائل پر غور نہیں کرتا اور ان سے مطلوبہ نتائج نہیں اخذ کرتا:

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِيْ أَنفُسِهِمْ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْ□نَهُمَآ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى وَإِنَّ كَثِيْراً مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْن□ (الروم:۸)

کیا انہوں نے اپنے دل میں غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اورزمین کو اور جو کچھ اس کے درمیان ہے اسے حکمت ہی کے تحت پیدا کیا ہے اور ایک مقررہ مدت کے لیے۔ لیکن بیش تر انسان اپنے رب سے ملنے (آخرت) کا انکار کرتے ہیں۔

قرآن پورے وثوق اور اطمینان کے ساتھ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ یہ

پوری کائنات اس کی صداقت کی دلیل ہے۔ انسان عقل وفہم سے کام لے تو دیکھے گا کہ یہ ہر طرف سے اس کے حق ہونے کی شہادت دے رہی ہے اور اس کی تائید کر رہی ہے۔

انسان کی نفسیات

انسان کی فطرت میں وجود باری تعالیٰ اور اس کی وحدانیت کا تصور پیوست ہے،لیکن ماحول کی ابتری اور غلط تعلیم وتربیت اس کی فطرت سلیمہ پر پردہ ڈال دیتی ہے۔انسان غور وفکر سے کام لے تو یہ پردہ چاک ہوجاتا اور اصل فطرت ابھر کر سامنے آجاتی ہے۔قرآن نے ایک جگہ فرمایا:''خدا کی زمین میں اس کی قدرت کی بہت سی نشانیاں ہیں۔جو انسان میں ایمان ویقین پیدا کرتی ہیں''۔اس کے بعد فرمایا:وَفِيٓ أَنفُسِكُمۡۚ أَفَلَا تُبۡصِرُونَ (الذاریات:۲۱)''خود تمہارے نفوس کے اندر اس کا ثبوت موجود ہے۔کیا تم اسے نہیں دیکھتے ہو؟''اسی وجہ سے انسان جب نازک حالات میں گھر جاتا ہے تو اللہ واحد کو آواز دینے پر مجبور ہوجاتا ہے۔(یونس:۲۲)

انسان معبودانِ باطل کی، چاہے ہزار پرستش کرے،لیکن یہ اس کی فطرت کے خلاف ہے کہ وہ اس عظیم کائنات کو اپنی آنکھوں سے دیکھے اور اس کے خالق کا انکار کرے:

وَلَئِن سَأَلۡتَهُم مَّنۡ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ وَسَخَّرَ ٱلشَّمۡسَ وَٱلۡقَمَرَ لَيَقُولُنَّ ٱللَّهُۖ فَأَنَّىٰ يُؤۡفَكُونَ (العنکبوت:۶۱)	اگر تم ان سے پوچھو کہ کس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور سورج اور چاند کو مسخر کیا تو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ یہ سب کچھ اللہ نے کیا۔ پھر کہاں سے یہ بہک جاتے ہیں؟

ایک اور مقام پر ان کے اعترافِ حقیقت کا ذکر ان الفاظ میں ہے:

وَلَئِن سَأَلۡتَهُم مَّنۡ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ ٱلۡعَزِيزُ ٱلۡعَلِيمُ (الزخرف:۹)	اگر تم ان سے پوچھو کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے تو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ ان کو اس ہستی نے پیدا کیا جو بڑی طاقت والی اور علم والی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی کو خالق ارض وسما ماننے کے بعد شرک کے لیے کوئی وجہِ جواز نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود انسان مبتلائے شرک ہوجاتا ہے۔ قرآن مجید نے انسان کی اس بے عقلی اور تضادِ ذہنی کا جگہ جگہ ذکر کیا ہے اور خدائے واحد کو ماننے کے تقاضے واضح کیے ہیں۔ سورہ المومنون (۸۴۔۸۹) میں اس کی کسی قدر تفصیل ملتی ہے۔ فرمایا:

''ان سے پوچھو کہ یہ زمین وآسمان کس کے ہیں؟ وہ ضرور کہیں گے کہ یہ اللہ ہی کے ہیں۔ کہو، پھر تم سوچتے کیوں نہیں ہو؟ ان سے معلوم کرو کہ ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم کا رب (مالک) کون ہے؟ ان کا جواب ہوگا کہ اللہ ہی ان کا رب ہے۔ کہو، اس کے باوجود تم اس سے ڈرتے نہیں ہو۔ ان سے کہو اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کہ دنیا کی ہر چیز کس کے قبضۂ قدرت میں ہے؟ وہ پناہ دیتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔ وہ جواب دیں گے کہ یہ قوت اللہ ہی کو حاصل ہے۔ کہو، آخر کس کا جادو تم پر چل گیا ہے؟'' آخر میں فرمایا:

بَلْ أَتَيْ ☐ نٰهُم بِالْحَقِّ وَإِنَّهُمْ لَكٰذِبُونَ (المومنون:۹۰) | بلکہ ہم تو ان کے پاس حق لے آئے ہیں، لیکن وہ اس کی تکذیب کررہے ہیں۔

اس اتمام حجت کا ایک اور نمونہ سورۂ نمل میں موجود ہے (ملاحظہ ہو: آیات ۵۹۔۶۴)

دلایلِ تاریخ

قرآن مجید کے دلائل کی تیسری قسم تاریخی ہے۔ ان دلائل کو قرآن 'ایام اللہ' سے تعبیر کرتا ہے۔ یعنی وہ 'ایام' جن میں قومیں اللہ کی نافرمانی اور رسولوں کی مخالفت کے نتیجے میں پیوند خاک کردی گئیں۔ ان 'ایام' کا ذکر اس نے اس لیے کیا ہے تاکہ ان پر غور کیا جائے اور ان سے عبرت اور نصیحت حاصل کی جائے۔ ایک جگہ حضرت موسی کی بعثت کا ذکر ہے۔ فرمایا:

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَى بِآيَتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّورِ وَذَكِّرْهُمْ بِأَيّٰمِ اللّٰهِ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ (ابراہیم:۵)

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا اور کہا کہ اپنی قوم کو ظلمات سے نکال کر روشنی میں لے آ ؤ اور انہیں 'ایام اللہ' کے ذریعہ نصیحت کرو۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں ہر اس شخص کے لیے جو صبر کرنے والا اور شکر گزار ہے۔

قرآن مجید نے بہت تفصیل سے ان قوموں کا ذکر کیا ہے۔ جنہوں نے رسولوں کی مخالفت کی اور اللہ کے غضب کا نشانہ بنیں۔ سورۂ توبہ میں ان کا ذکر ان الفاظ میں آیا ہے:

أَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَأُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَقَوْمِ إِبْرَاهِيمَ وَأَصْحَابِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكَاتِ أَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ (التوبۃ:۷۰)

کیا ان تک ان قوموں کا حال نہیں پہنچا جو ان سے پہلے گزری ہیں۔ قوم نوح، عاد اور ثمود، قوم ابراہیمؑ اور مدین کے لوگ (قوم شعیب) اور وہ بستیاں جو الٹ دی گئیں (قوم لوط)۔ ان کے رسول واضح دلائل کے ساتھ ان کے پاس آئے (لیکن انہوں نے ان کی بات نہ مانی اور ہلاک ہوئیں۔) اللہ کی ذات ایسی نہیں ہے کہ ان پر ظلم کرے، وہ خود اپنے اوپر ظلم کر رہے تھے۔

سورۂ ق میں ارشاد ہے:

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَأَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُودُ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ وَإِخْوَانُ لُوطٍ وَأَصْحٰبُ الْأَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيدِ (ق:۱۲، ۱۳، ۱۴)

ان سے پہلے جھٹلایا قوم نوح، اصحاب الرس (کنویں والے جس کے اطراف وہ آباد تھے)، قوم ثمود، قوم عاد، فرعون (کی قوم) اور لوط کے بھائی اور باغ والے (قوم شعیب) اور تبّع کی قوم۔ ان سب نے رسولوں کی تکذیب کی اور میری وعید پوری ہو کر رہی۔ [۱]

قرآن مجید نے اپنے مخالفین سے کہا کہ رسولوں کی مخالفت کا انجام تمہارے سامنے ہے۔ کیا اس سے سبق نہیں حاصل کرو گے؟ کیا محمد ﷺ کی مخالفت کر کے اسی

۱۔ اس کی کسی قدر تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: تجلیات قرآن، مضمون 'قومیں کیوں ہلاک ہوتی ہیں۔ ص ۱۸۳۔ ۱۹۸

انجام سے دو چار ہونا چاہتے ہو؟

فَهَلْ يَنتَظِرُونَ إِلَّا مِثْلَ أَيَّامِ الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِهِمْ قُلْ فَانتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ (یونس:۱۰۲)

کیا وہ انتظار کرتے ہیں اسی جیسے 'ایام' کا جو ان سے پہلے آچکے ہیں۔ کہو، انتظار کرو، میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

ایک خاص پس منظر میں کہا گیا:

فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۝ (الاعراف:۱۷۶)

ماضی کے واقعات بیان کرو، تا کہ یہ لوگ ان پر غور کریں۔

اللہ کے رسول ان تینوں طرح کے دلائل کے ساتھ اپنی بات پیش کرتے ہیں، لیکن مخالفین کی نخوت اور استکبار ان پر غور کرنے سے انہیں باز رکھتا ہے۔

قرآن مجید تاریخ کی کتاب نہیں ہے۔ اس نے تاریخ عالم نہیں بیان کی ہے، بلکہ رسالت کی تاریخ پیش کی ہے اور بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی مخالفت اس کے غضب کو دعوت دیتی ہے۔ اس سے قومیں حرفِ غلط کی طرح مٹا دی جاتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا کہ آج آپ کی تکذیب اور مخالفت ہو رہی ہے تو آپؐ سے پہلے بھی رسولوں کے ساتھ ان کے مخاطبین نے یہی رویہ اختیار کیا اور انجامِ بد سے دو چار ہوئے۔ آپ کے مخالفین کو جان لینا چاہیے کہ ان کا بھی یہی حشر ہوگا۔ آپؐ استقامت کے ساتھ کارِ دعوت جاری رکھیں:

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّىٰ أَتَاهُمْ نَصْرُنَا وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِن نَّبَإِ الْمُرْسَلِينَ (الانعام:۳۴)

آپ سے پہلے بہت سے پیغمبروں کی تکذیب کی گئی ہے۔ انہوں نے اس پر صبر کیا۔ انہیں اذیتیں دی گئیں۔ بالآخر ہماری مدد ان کو پہنچی۔ اللہ کے قوانین میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ آپ کے پاس پیغمبروں کے واقعات آچکے ہیں۔[۱]

اللہ کے رسولوں کو بے عقل کہا گیا

۱۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مخالفین کے غیر عقلی رویہ کی کسی قدر تفصیل راقم کے مضمون 'عقلی استدلال اور علم و اخلاق کا تعلق' میں دیکھی جا سکتی ہے۔ ملاحظہ ہو: سہ ماہی تحقیقات اسلامی علی گڑھ، اپریل – جون ۲۰۲۰ء

حضرت نوحؑ اولوالعزم اور پہلے صاحب شریعت پیغمبر تھے۔ان کی قوم مبتلائے شرک تھی اور بتوں کی پرستش کرتی تھی۔ انہوں نے قوم کو توحید کی دعوت دی اور کہا کہ خدا کے انکار اور اس کی نافرمانی پر عذاب آخرت میں پکڑے جاؤ گے۔اس کے جواب میں سرداران قوم نے کہا:

إِنَّا لَنَرَاكَ فِيْ ضَلاَلٍ مُّبِيْن ہم دیکھتے ہیں کہ تم ضلالت اور گم رہی میں مبتلا ہو۔ (الاعراف: ٦٠)

حضرت نوحؑ نے بالکل دل سوزی سے کہا: يَا قَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلاَلَةٌ وَلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ۔'' اے میری قوم میں بہکا ہوا اور گم راہ نہیں ہوں۔ میں تو رب العالمین کا فرستادہ ہوں۔'' میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔تم تک اپنے رب کے پیغامات پہنچا رہا ہوں اور اللہ نے مجھے ان حقائق سے آگاہ کیا ہے جو تم نہیں جانتے۔ کیا تمھیں اس پر تعجب ہو رہا ہے کہ تم ہی میں کے ایک فرد کے ذریعہ سے تمہاری تذکیر ہو رہی ہے اور تمھیں اپنے انجام سے آگاہ کیا جا رہا ہے، تا کہ تم اللہ تعالیٰ کی معصیت اور نافرمانی سے بچو اور اس کی رحمت کے مستحق بن جاؤ۔لیکن حضرت نوحؑ کی قوم نے اس خیر خواہی کو قبول نہیں کیا اور وہ خدائی سیلاب میں غرق ہو گئے۔سورۃ الاعراف: ۵۹۔ ٦٨۔سورۃ ہود: ۲۵۔ ۴۸ میں اس کا ذکر تفصیل سے آیا ہے۔

حضرت نوحؑ کی دعوت ، اس راہ میں ان کی طویل جدوجہد اور اس کے انکار کے نتائج کا سورۃ نوح میں تفصیل سے بیان ہے۔

حضرت نوحؑ کے بعد قوم عاد صفحۂ تاریخ پر ابھری۔ اس میں حضرت ہودؑ کی بعثت ہوئی۔ ان کی دعوت بھی یہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کی جائے اور اس کی نافرمانی سے اجتناب کیا جائے۔قوم کے سرداروں نے اسے بے وقوفی قرار دیا:

إِنَّا لَنَرٰكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَإِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ (الاعراف: ٦٠) ہم تمھیں جاہل اور عقل سے عاری سمجھتے ہیں اور ہمارا خیال ہے کہ تم رسالت کا جھوٹا دعویٰ کر رہے ہو۔

اس پر ان کا جواب بھی وہی تھا جو حضرت نوحؑ کا تھا کہ اے میری قوم! میں بے عقل نہیں ہوں، بلکہ رب العالمین کا فرستادہ ہوں۔میرا کام اس کے پیغامات تم تک

پہنچانا ہے اور وہ بے کم وکاست پہنچا رہا ہوں۔ میں تمہارا خیر خواہ اور امانت دار رسول ہوں۔ سوچو کہ اللہ نے قوم نوح کے بعد تمہیں اقتدار دیا۔ جسمانی لحاظ سے توانا اور مضبوط بنایا۔ اللہ کے ان احسانات کو یاد کرو۔ اس طرح فلاح پاؤ گے۔

قوم نے جواب دیا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ ہم ایک خدا کی بندگی کریں اور باپ دادا جن کی عبادت کرتے تھے ان سے کنارہ کش ہو جائیں، یہ نہیں ہوسکتا۔ جس عذاب کی دھمکی دے رہے ہو وہ لے آؤ۔

حضرت ہودؑ نے کہا: تم بے دلیل مجھ سے بحث کر رہے ہو۔ اب اللہ کے عذاب ہی کا انتظار کرو۔ بال آخر وہ اللہ کے عذاب کی زد میں آ گئے۔ مسلسل سات رات اور آٹھ دن آندھی اور طوفان نے ان کی جڑ ہی کاٹ دی اور وہ نسیاً منسیاً ہو کر رہ گئے۔ (ملاحظہ ہو سورۃ اعراف: ۶۵۔ ۷۹۔ سورۃ الشعراء: ۱۲۳۔ ۱۵۸۔ سورۃ احقاف۔ سورۃ الحاقۃ: ۲۱۔ ۲۶۔)

ماضی کی متمدن قوموں کا حال

قرآن مجید نے جن قوموں کا حوالہ دیا ہے ان کی تاریخی حیثیت تسلیم شدہ ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان قوموں کا وجود ہی نہیں تھا اور یہ واقعات وقوع پذیر ہی نہیں ہوئے۔ البتہ ایک خیال یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ کے رسول جن قوموں میں آئے وہ غیر متمدن اور پس ماندہ تھیں اور بدویانہ زندگی گزار رہی تھیں۔ موجودہ ترقی یافتہ دور میں ان سے ہمیں کوئی راہ نمائی نہیں ملتی۔ حالات کے فرق نے اس کی افادیت ختم کردی ہے۔ لیکن یہ خیال غلط ہے اور ان قوموں کی تاریخ سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔

قرآن مجید نے عاد وثمود کی جو تاریخ بیان کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جنگلوں اور پہاڑوں میں رہنے والے نیم وحشی یا خانہ بدوش قبائل نہیں تھے، بلکہ اپنے وقت کی ترقی یافتہ قومیں تھیں۔ قوم عاد غربت وافلاس یا زیردستی ومحکومی کی زندگی نہیں گزار رہی تھی، بلکہ با اقتدار اور صاحب ثروت وسطوت تھی۔ اس کی تفریح گاہیں تھیں، جن میں وہ دادِ عیش دیتی تھی۔ اتنی بڑی بڑی اور بلند وبالا عمارتیں اس نے تعمیر کی

تھیں، جیسے اسی دنیا میں اسے ابدالآباد رہنا ہے۔ یہ اس قدر طاقت ور تھی کہ کسی قوم سے مقابلہ ہوتا تو اسے پیس کر رکھ دیتی۔ قرآن نے ایک جگہ اس قوم کی شان وشوکت اور طاقت کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ (الفجر:۶۔۸)	کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے رب نے کیا کیا عاد ، یعنی ارم کے ساتھ، جو بڑے ستونوں والے تھے۔ ان جیسی کوئی دوسری قوم ملکوں میں نہیں تھی۔

قوم عاد 'احقاف' میں آباد تھی۔ یہی اس کا مرکز اقتدار تھا۔ یہیں سے وہ اطراف کی قوموں پر یورش کرتی اور انہیں زیر کرتی۔[۱]

قوم ثمود کو ہر طرح کی خوش حالی حاصل تھی۔ سرسبز وشاداب نخلستان تھے۔ اس کی تعمیرات حیرت انگیز تھیں، پہاڑوں کو تراش کر رہائش گاہیں تیار کرتی۔ اس نے عظیم یادگاریں قائم کی تھیں۔

یہ قومیں ناداں نہ تھیں۔ یوں بھی کسی بے عقل قوم سے اس طرح کے کارناموں کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ قرآن نے ان کے بارے میں کہا:

وَعَاداً وَثَمُودَ وَقَد تَّبَيَّنَ لَكُم مِّن مَّسَاكِنِهِمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ (العنکبوت:۳۸)	ہم نے عاد اور ثمود کو (ان کی معصیت کی وجہ سے) ہلاک کیا۔ ان کے علاقے تم پر واضح ہیں۔ شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لیے آراستہ کر دیا اور سیدھے راستے سے انہیں روک دیا۔ حالاں کہ وہ سمجھ دار اور عقل مند تھے۔

حضرت ہودؑ نے اپنی قوم عاد کو اور حضرت صالحؑ نے اپنی قوم ثمود کو سمجھایا کہ تمہیں جو کچھ ملا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے۔ تم میری بات مانو اور اللہ کی ہدایت اور اس کے

---

[۱] مولانا مودودیؒ نے قوم عاد کی تاریخ اور احقاف کی موجودہ صورت حال کی نقشہ کے ذریعہ وضاحت کی ہے۔ (تفہیم القرآن: سورۃ الاحقاف، جلد چہارم، ص ۶۱۳۔۶۱۶)

احکام کے پابند ہوجاؤ۔ مفسدین کے پیچھے نہ چلو، ورنہ ڈر ہے کہ اللہ کا عذاب نہ آجائے۔انہوں نے کہا کہ ہماری خوش حالی اور ترقی اس بات کی دلیل ہے کہ ہم صحیح راہ پر گام زن ہیں۔ ہمیں کسی راہ نمائی کی ضرورت نہیں ہے۔لیکن اللہ اور اس کے رسول کے انکار اور آخرت فراموشی کے نتائج بد جب سامنے آئے تو وہ چیخ اٹھے کہ ہم نے غلط سوچا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے جو کہا وہی حق و صواب تھا۔ بالآخر خدا کے عذاب میں گرفتار ہوئے۔(ملاحظہ ہو سورۂ اعراف ۶۵:۔۷۹، سورۃ الشعراء ۱۲۳:۔۱۵۸، سورۂ احقاف ۲۱:۔۲۶)

قرآن مجید نے عاد و ثمود کے علاوہ دیگر اقوام کا بھی ذکر کیا ہے، جو اپنے وقت کی متمدن اور طاقت ور قومیں تھیں، آسائش و راحت کے سارے اسباب رکھتی تھیں اور خوب دادِ عیش و عشرت دے رہی تھیں، لیکن جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی روش اختیار کی اور اس کے رسولوں کی تذکیر و نصیحت کو قبول نہ کیا تو تباہ ہوگئیں۔

چھٹی صدی عیسوی میں رسول اللہ ﷺ کی عرب میں بعثت ہوئی۔ آپ کی بھی مخالفت ہونے لگی۔ قرآن نے بار بار اس تاریخ کا حوالہ دیا اور کہا کہ صدیاں گزرنے کے باوجود تمہیں وہ قوت اور شوکت نہیں حاصل ہے جو ان قوموں کو ملی تھی۔ تاریخ سے عبرت حاصل کرو اور اپنا رویہ تبدیل کرو، ورنہ اس بدترین انجام کو دیکھنے کے لیے تیار ہو جاؤ جو ماضی کی ان اقوام کا ہوا:

أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَبْلِهِم مِّن قَرْنٍ مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّن لَّكُمْ وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِم مِّدْرَارًا وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُم بِذُنُوبِهِمْ وَأَنشَأْنَا مِن بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ (الانعام :۶)

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہم نے ہلاک کر دیا۔ان کو ہم نے زمین میں وہ اقتدار دیا تھا جو تمہیں نہیں دیا۔ہم نے آسمان سے ان کے لیے لگاتار بارش برسائی اور ان کے نیچے نہریں جاری کر دیں (وہ قحط سالی سے کبھی دو چار نہ ہوئیں، لیکن اس کی انہوں نے قدر نہیں کی) ان گناہوں کی وجہ سے ہم نے انہیں ہلاک کر دیا اور ان کے بعد دوسری قوموں کو اٹھایا۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے کہ ان قوموں کے مقابلہ میں تمہاری حیثیت دس فی صد بھی نہیں ہے۔ پھر کس بنیاد پر تم اللہ کے رسول کی مخالفت کی جرأت کرر ہے ہو؟

وَ کَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ مَا بَلَغُوا مِعْشَارَ مَا آتَیْنٰهُمْ فَکَذَّبُوا رُسُلِیْ فَکَیْفَ کَانَ نَکِیْرِ (سبا: ۴۵)

ان سے پہلے کی قوموں نے بھی رسولوں کی تکذیب کی۔ جو ہم نے ان کو دیا تھا اس کے دسویں حصہ کو بھی یہ نہیں پہنچے۔ انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔ دیکھو میرے انکار کا کیا انجام ہوا؟

قرآن مجید میں جن قوموں کی ہلاکت اور تباہی کا ذکر ہے، ان کی سائنسی توجیہ تلاش کی جاسکتی ہے۔ انہیں غیر معمولی حادثات بھی کہا جا سکتا ہے، جو کبھی کبھی پیش آتے ہیں۔لیکن اللہ کے رسولوں کا بیان ہے کہ ان قوموں کی تباہی بے وجہ یا اتفاقی نہیں تھی، بلکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، اس کی ہدایت سے بے نیازی اور اپنے علم وفن پر غرور کی بنا پر تھی۔ یہ بات ہر رسول نے اپنے اپنے دور میں کہی۔ اختلافِ زمان ومکان کے باوجود ان کا اس پر اتفاق رہا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہم اسے نظر انداز کر سکتے ہیں؟

موجودہ دور بھی یہی تاریخ دہرا رہا ہے۔ وہ اپنی مادی ترقی اور خوش حالی کے نشے میں اس قدر سرشار ہے کہ اس کا ذہن اس فکر وخیال ہی سے خالی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا محتاج ہے اور اسے اس کی معصیت اور نافرمانی سے دامن کش رہنا چاہیے۔ وہ اللہ کے رسولوں کو سفیہ اور نادان کہنے کی جرأت تو نہیں کر رہا ہے، لیکن ان کی تعلیمات کو اس طرح نظر انداز کر رہا ہے جیسے وہ اس کے لیے قابل التفات ہی نہیں ہیں۔ کہیں وہ اس انجام کی طرف تو نہیں بڑھ رہا ہے جو ماضی کی ان اقوام کا ہوا، جن کی سرکشی نے ان کی مہلت حیات ان سے چھین لی اور وہ حرف غلط کی طرح مٹا دی گئیں۔؟